السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ہمارے ہاں عام طور پر میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد اس کے سر کی طرف کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات اور اس کے پاؤں کی طرف سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جاتی ہیں اور اس سلسلہ میں [مشکوۃ المصابیح حدیث نمبر ۱۷۱۷] کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اس حدیث اور عمل کے متعلق وضاحت فرمائیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

صاحب مشکوٰۃ نے اس روایت کو امام بیہقی رحمہ اللہ کی معروف کتاب ’’شعب الایمان‘‘ کے حوالہ سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مذکورہ روایت مرفوع نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوف ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول اور عمل ہے۔

[شعب الایمان کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اسے مرفوع روایت کے طور پر بیان کیا ہے۔ [شعب الایمان، ص: ۳۰۹، ج ۱۶

[لیکن اس روایت میں ایک راوی یحییٰ بن عبداللہ البابلتی انتہائی ضعیف ہے۔ [تہذیب، ص: ۲۳۰ ج ۱۱، میزان ص: ۳۹۰، ج ۴

[چنانچہ اس روایت کو علامہ ہیثمی نے بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسے امام طبرانی نے معجم کبیر میں بیان کیا ہے لیکن اس کی سند میں یحییٰ بن عبداللہ البابلتی راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد، ص: ۴۴، ج ۳

[اس کے علاوہ مذکورہ راوی کا شیخ ایوب بن نہیک الحلبی بھی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لئے اس حدیث پر محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ کی تعلیق دیکھئے۔ [مشکوۃ مع تعلیق البانی، ص: ۵۳۸، ج ۱

صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً بیان ہوئی ہے، جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے امام بیہقی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے اور انہوں نے خود بھی شعب الایمان میں وضاحت کی ہے، چنانچہ امام [بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی ایک دوسری کتاب میں عبدالرحمن بن علاَء بن اللجلاج کے حوالہ سے اس عمل کو بیان کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس عمل کو پسند کرتے تھے۔ [السنن الکبریٰ، ص: ۵۶، ج ۴

[اس کے متعلق علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ موقوف روایت بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں عبدالرحمن بن علاَء اللجلاج راوی مجہول ہے۔ [احکام الجنائز، ص: ۱۹۲، حاشیہ نمبر ۲

مجہول راوی کون ہوتا ہے اور اس کی بیان کردہ روایت کا کیا حکم ہے؟ اس کے متعلق کچھ تفصیل پیش خدمت ہے۔ محدثین کرام نے اسباب ضعف کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ راوی کی جہالت بھی حدیث کے [ناقابل قبول ہونے کا ایک سبب ہے۔ راوی کی جہالت یہ ہے کہ اس کے متعلق متعین طور پر عدالت وجرح کا پتہ نہ چل سکے۔ [نزہتہ النظر، ص: ۴۴

اس قسم کی جہالت جس راوی میں پائی جائے اسے مجہول کہتے ہیں اس کی دو اقسام حسب ذیل ہیں:

الف) مجہول العین: جس کی توثیق نہ کی گئی ہو اور اس سے بیان کرنے والا صرف ایک راوی ہو۔)

[ب) مجہول الحال: جس کی توثیق نہ کی گئی ہو اور اس سے دو یا دو سے زیادہ راوی بیان کریں اسے مستور بھی کہتے ہیں۔ [نزہتہ النظر، ص: ۵۰)

[مجہول راوی کی روایت کے متعلق اکثر محدثین کا موقف ہے کہ اس کی بیان کردہ روایت قابل قبول نہیں ہوگی اور نہ ہی اسے بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔ [فتح المغیث، ص: ۳۱۹، ج ۱

اس وضاحت کے بعد ہم مذکورہ موقوف روایت کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں بھی ایک راوی عبدالرحمن بن علاَء مجہول ہے، اس کے متعلق کتب رجال میں کسی قسم کی توثیق بیان نہیں ہوئی اور اس سے بیان کرنے [والا صرف ایک شخص بشر بن اسماعیل الحلبی ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس سے روایت بیان نہیں کرتا، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس عبدالرحمن بن علاَء سے ایک روایت بیان کی ہے۔ [کتاب الجنائز: ۹۷۹

اس روایت کو بیان کرنے والا صرف ایک شاگرد بشر بن اسماعیل الحلبی ہے امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ رحمہ اللہ سے عبدالرحمن بن علاَء کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ عبدالرحمن بن علاَء بن اللجلاج ہے۔ انہوں نے صرف اسی طریق سے اس کی پہچان کرائی، علامہ ذہبی رحمہ اللہ اس کے متعلق کسی قسم کی جرح وتعدیل کا ذکر کئے بغیر کہتے ہیں کہ اس سے صرف بشر بن اسماعیل الحلبی بیان کرتا ہے۔ [میزان الاعتدال، ص: ۵۷۹، ج ۲]

[علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ایک اور سند سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں بیان کیا اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد، ص: ۴۴، ج ۳

[جب امام طبرانی کی المعجم الکبیر کو دیکھا گیا تو اس میں بھی عبدالرحمن بن علاَء بن اللجلاج ہے۔ [ص: ۴۴۴، ج ۱۲، رقم: ۱۳۶۱۳

جس کے متعلق ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ وہ مجہول ہے، مزید برآں اس عمل کے متعلق اس کا باپ علاء بن اللجلاج کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ اس عمل کو بیان کرتے تھے۔ [مجمع الزوائد، ص:۴۴، ج ۳]

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کی شہادت کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اگر اس مفروضہ کو تسلیم بھی کرلیا جائے توراویوں کی ثقاہت اوربات ہے لیکن صحت حدیث کے لئے سند کا متصل ہوناضروری ہے جواس روایت میں مفقود ہے کیونکہ علاء بن اللجلاج ایک تابعی ہے اوروہ بغیر واسطہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل کیونکر بیان کرسکتے ہیں یقیناً درمیان میں کوئی راوی محذوف ہے جس کے متعلق ہمیں علم نہیں کہ وہ کس حیثیت کا حامل ہے، محدثین کرام کی اصطلاح میں اس قسم کی روایت مرسل کہلاتی ہے اوراس کے متعلق جمہور محدثین اوراکثر اصولیین کا فیصلہ ہے کہ ناقابل قبول اورمردودہوتی ہے، اس لحاظ سے بھی یہ عمل محل نظر ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد:2 صفحہ:183